تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو نصائح

(ملفوظات جلد2 ایڈیشن1984ء)

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ (الانفال:29)

کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض ایک آزمائش ہیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وُہی اُس کے مُقرّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ ملفوظات کی دس جلدوں میں ذاتی اصلاح اور احباب جماعت کی تعلیم وتربیت واصلاحِ احوال کے لئے بہت قیمتی نصائح موجود ہیں۔ ملفوظات جلد دوم کے ایڈیشن 1984ء سے چند اہم اور قیمتی نصائح پیش کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ آج کی تقریر ملفوظات جلد دوم میں بیان نصائح کی تیسری تقریر ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اور صحابہؓ جیسا ایمان پیدا کرو

فرمایا:

”میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم وُہ ایمان پیدا کرو جو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کا ایمان تھا۔ رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ اس میں حُسنِ ظنّ اور صبر ہے اور وہ بہت سے برکات اور ثمرات کا منتج ہے اور نِشان دیکھ کر ماننا اور ایمان لانا اپنے ایمان کو مشرُوط بنانا ہے۔ یہ کمزور ہوتا ہے اور عموماً بارور نہیں ہوتا۔ ہاں جب انسان حُسنِ ظنّ کے ساتھ ایمان لاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے مومن کو وُہ نِشان دکھاتا ہے جو اُس کے ازدیادِ ایمان کا مُوجب اور انشراح صدر کا باعث ہوتے ہیں خود اُن کو نشان اور آیت اُللہ بنادیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اقتراحی نشان کسی نبی نے نہیں دکھلائے۔ مومن صادق کو چاہئے کہ کبھی اپنے ایمان کو نشان بینی پر مبنی نہ کرے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 94-95)

پھر اِسی مضمون کو ایک اور موقع پر یوں بیان فرمایا:

”مَیں کہتا ہوں کہ وہ رُوحانی مَوت ہو یا تمہاری زندگی خداہی کی راہ میں وقف ہو۔ مومن کو لازم ہے کہ اس وقت تک عبادت سے نہ تھکے اور سُست نہ ہو۔ جب تک یہ جھوٹی زندگی بھسم نہ ہو جاوے اور اس کی جگہ نئی زندگی جو اَبدی اور راحت بخش زندگی ہے۔ اُس کا سِلسلہ شروع نہ ہو جاوے اور جب تک اسی عارضی حیات دنیا کی سوزش اور جلن دُور ہو کر ایمان میں ایک لذّت اور رُوح میں ایک سکینت اور استراحت پیدا نہ ہو۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک انسان اس حالت تک نہ پہنچے۔ ایمان کامل اور ٹھیک

نہیں ہوتا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ تُو عبادت کرتا رہ جب تک کہ تجھے یقین کامل کا مرتبہ حاصل نہ ہو اور تمام حجاب اور ظُلماتی پردے دُور ہو کر یہ سمجھ میں آجاوے کہ اب مَیں وہ نہیں ہوں۔ جو پہلے تھا۔ بلکہ اب تو نیا ملک، نئی زمین، نیا آسمان ہے اور مَیں بھی کوئی نئی مخلوق ہوں۔ یہ حیاتِ ثانی وہی ہے جس کو صوفی بقاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جب انسان اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رُوح کا نفخ اس میں ہوتا ہے۔ ملائکہ کا اُس پر نزول ہوتا ہے۔ یہی وُہ راز ہے۔ جس پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ مُردہ میّت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وُہ ابو بکرؓ کو دیکھے اور ابو بکرؓ کا درجہ اُس کے ظاہری اعمال سے ہی نہیں بلکہ اِس بات سے ہے جو اُس کے دل میں ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 97-98)

صحابہ کا رنگ پیدا کرو

حضورؑ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرامؓ کی حالت کو دیکھو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کے لئے کیا کچھ نہ کیا۔ جو کچھ انہوں نے کیا۔ اسی طرح پر ہماری جماعت کو لازم ہے کہ وہی رنگ اپنے اندر پیدا کریں بدُوں اس کے کہ وہ اس اصلی مطلب کو جس کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں۔ پا نہیں سکتے۔ کیا ہماری جماعت کو زیادہ حاجتیں اور ضرورتیں لگی ہوئی ہیں جو صحابہؓ کو نہ تھیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے اور آپؐ کی باتیں سُننے کے واسطے کیسے حریص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعودؑ کے ساتھ ہے یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ صحابہؓ کی جماعت سے ملنے والی ہے۔ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ مفسّروں نے مان لیا ہے کہ یہ مسیح موعودؑ والی جماعت ہے اور یہ گویا صحابہؓ کی ہی جماعت ہوگی اور وہ مسیح موعودؑ کے ساتھ نہیں۔ در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ساتھ ہیں۔ کیونکہ مسیح موعودؑ آپؐ ہی کے ایک جمال میں آئے گا اور تکمیل تبلیغ اشاعت کے کام کے لئے وہ مامُور ہوگا۔

اس لئے ہمیشہ دل غم میں ڈوبتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو بھی صحابہؓ کے انعامات سے بہرہ وَر کرے ان میں وہ صِدق و وفا، وہ اخلاص اور اطاعت پیدا ہو۔ جو صحابہؓ میں تھی۔ یہ خدا کے سوا کسی سے ڈرنے والے نہ ہوں۔ متقی ہوں۔ کیونکہ خدا کی محبت متقی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 150)

آپؑ پھر فرماتے ہیں کہ

"مَیں پھر صحابہؓ کی حالت کو نظیر کے طور پر پیش کر کے کہتا ہوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اپنی عمل حالت میں دکھایا کہ وہ خدا جو غیب الغیب ہستی ہے اور جو باطل پرست مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ اور نہاں ہے۔ انہوں نے اپنی آنکھ سے ہاں آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ ورنہ بتاؤ تو سہی کہ وہ کیا بات تھی جس نے ان کو ذرا بھی پرواہ نہیں ہونے دی کہ قوم چھوڑی، ملک چھوڑا، جائیدادیں چھوڑیں، احباب اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کیا۔ وہ صرف خدا ہی پر بھروسہ تھا اور ایک خدا پر بھروسہ کر کے انہوں نے وہ کر کے دکھایا کہ اگر تاریک کی ورق گردانی کریں تو انسان حیرت اور تعجّب سے بھر جاتا ہے۔ ایمان تھا اور صرف ایمان تھا اور کچھ نہ تھا۔ ورنہ بالمقابل دُنیا داروں کے منصوبے اور تدبیریں اور پوری کوششیں اور سرگرمیاں تھیں پر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کی تعداد، جماعت، دولت سب کچھ زیادہ تھا۔ مگر ایمان نہ تھا اور صرف ایمان ہی کے نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور کامیابی کی صورت نہ دیکھ سکے۔ مگر صحابہؓ نے ایمانی قوت سے سب کو جیت لیا۔ انہوں نے جب ایک شخص کی آواز سنی۔ جس نے باوصفیکہ اُمّی ہونے کی حالت میں پرورش پائی تھی مگر اپنے صدق اور امانت اور راستبازی میں شہرت یافتہ تھا۔ جب اُسؐ نے کہا کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی طرف آیا ہوں۔ یہ سُنتے ہی ساتھ ہو گئے اور پھر دیوانوں کی طرح اس کے پیچھے چلے۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ وہ صرف ایک ہی بات تھی جس نے اُن کی یہ حالت بنا دی اور وہ ایمان تھا۔ یاد رکھو کہ خدا پر ایمان بڑی چیز ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 154)

اللہ کی راہ میں اپنی زندگیوں کو وقف کریں

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"غرض یہ ہے کہ انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ مَیں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے اور فلاں پادری نے اپنی عُمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو

وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کرکے دیکھیں تو اُن کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔

یاد رکھو کہ خسارہ کا سودا نہیں ہے۔ بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔ کاش! مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر اُن کو اطلاع ملتی جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ کیا وُہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اس للّٰہی وقف کا اجر اُن کا ربّ دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہُموم و غُموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے۔

مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ جبکہ ہر ایک انسان بالطّبع راحت اور آسائش چاہتا ہے اور ہُموم اور غُموم اور کرب و افکار سے خواستگار نجات ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کو ایک مجرّب نسخہ اس مرض کا پیش کیا جاوے تو اس پر توجّہ ہی نہ کرے۔ کیا للّٰہی وقف کا نسخہ 1300 برس سے مجرّب ثابت نہیں ہوا؟ کیا صحابہ کرامؓ اسی وقف کی وجہ سے حیاتِ طیّبہ کے وارث اور اَبدی زندگی کے مستحق نہیں ٹھہرے؟ پھر اب کون سی وجہ ہے کہ اس نُسخہ کی تاثیر سے فائدہ اُٹھانے میں دریغ کیا جاوے۔ بات یہی ہے کہ لوگ اس حقیقت سے ناآشنا اور اس لذّت سے جو اس وقف کے بعد ملتی ہے ناواقِف ہیں۔ ورنہ اگر ایک شمہ بھی اس لذّت اور سُرور سے اُن کو مِل جاوے تو بے انتہا تمنّاؤں کے ساتھ وُہ اس میدان میں آئیں۔

مَیں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے مَیں نے اس راحت اور لذّت سے حظ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مَر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مرُوں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔ پس مَیں چُونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں بلکہ تکلیف اور دُکھ ہو گا۔ تب بھی مَیں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا اس لئے مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیّت کروں اور یہ بات پہنچادُوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اُسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشِش اور فکر میں لگ جاوے کہ وُہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصِل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی رُوح بول اٹھے۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جب تک انسان خُدا میں کھویا نہیں جاتا۔ خدا میں ہو کر نہیں مَرتا وُہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔

پس تُم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی کو وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 98-100)

اِس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے

آپؑ فرماتے ہیں:

"اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجمُوعے ہی مایۂ ناز ایمان و اعتقاد ہوتے تو ہم قوموں کو شرمساری سے مُنہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کیا۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مُبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے وہ یہی ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اَور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہو گی جبکہ اَور کتابیں بھی پڑھنے میں اُس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اُس وقت اسلام کی عزّت بچانے کے لئے اور بُطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فُرقان کے بھی یہی معنے ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث اَور کوئی کتاب اِس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اِس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وُہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر رات دن جُھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبّر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تاسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نُور کے آگے کوئی ظُلمت ٹھہر نہ سکے گی۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 122)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ سے یہ ثابت ہے کہ انسان اِن صفات کو اپنے اندر لے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ساری صفتیں سزاوار ہیں جو ربّ العالمین ہے۔ یعنی ہر عالَم میں، نُطفہ میں مُضغہ وغیرہ سارے عالَموں میں غرض ہر عالَم میں۔ پھر رحمٰن ہے پھر رحیم ہے اور مالک یوم الدّین ہے۔ اب اِیَّاکَ نَعۡبُدُ جو کہتا ہے۔ تو گویا اس عبادت میں وہی رُبوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت سے صفات کا پرتَو انسان کو اپنے اندر لینا چاہئے۔ کمال عبد انسان کا یہی ہے کہ تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے اور جب تک اس مرتبہ تک نہ پہنچ جاوے نہ تھکے نہ ہارے۔ اس کے بعد خود ایک کشش اور جذب پَیدا ہوتا ہے جو عبادت الٰہی کی طرف اُسے لے جاتا ہے اور وہ حالت اُس پر وارد ہو جاتی ہے جو یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ کی ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 132-133)

اِسی مضمون کے حوالہ سے ایک اور موقع پر آپؑ نے یوں نصیحت فرمائی۔

"میرے دعویٰ کا فہم کلید ہے نبوت اور قرآن شریف کی۔ جو شخص میرے دعویٰ کو سمجھ لے گا۔ نبوت کی حقیقت اور قرآن شریف کے فہم پر اُس کو اطلاع دی جائے گی اور جو میرے دعویٰ کو نہیں سمجھتا۔ اُس کو قرآن شریف پر اور رسالت پر پُورا یقین نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں جو یہ آیت آئی ہے۔ اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ۔ یہ آیت نبوت اور امامت کے مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے بڑی مُعاون ہے۔ اُونٹ کے عربی زبان میں ہزار کے قریب نام ہیں اور پھر ان ناموں میں سے ابل کے لفظ کو جو لیا گیا ہے اس میں کیا سِرّ ہے؟ کیوں اِلَی الۡجَمَلِ بھی تو ہو سکتا تھا۔

اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جمل ایک اُونٹ کو کہتے ہیں اور ابل اسم جمع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کو چونکہ تمدّنی اور اجماعی حالت کا دکھانا مقصود تھا اور جَمَل میں جو ایک اُونٹ پر بولا جاتا ہے۔ یہ فائدہ حاصِل نہ ہوتا تھا۔ اس لئے ابل کے لفظ کو پسند فرمایا۔ اُونٹوں میں ایک دوسرے کی پیروی اور اطاعت کی قوت رکھی ہے۔ اُنٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور وہ کس طرح پر اُس اُونٹ کے پیچھے ایک خاص انداز اور رفتار سے چلتے ہیں اور وہ اُونٹ جو سب سے پہلے بطور امام اور پیشرو کے ہوتا ہے۔ وُہ ہوتا ہے جو بڑا تجربہ کار اور راستہ سے واقِف ہو۔ پھر سب اُونٹ ایک دوسرے کے پیچھے برابر رفتار سے چلتے ہیں اور اُن میں سے کسی کے دل میں برابر چلنے کی ہَوس پیدا نہیں ہوتی۔ جو دوسرے جانوروں میں ہے۔ جیسے گھوڑے وغیرہ میں۔ گویا اُونٹ کی سرشت میں اتباع امام کا مسئلہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کہہ کر اس مجموعی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جبکہ اُونٹ ایک قطار میں جا رہے ہوں اسی طرح پر ضروری ہے کہ تمدّنی اور اتحادی حالت کو قائم رکھنے کے واسطے ایک امام ہو۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ قطار سفر کے وقت ہوتی ہے۔ پس دُنیا کے سفر کو قطع کرنے کے واسطے جب تک ایک امام نہ ہو انسان بھٹک کر ہلاک ہو جاوے۔ پھر اونٹ زیادہ بارکش اور زیادہ چلنے والا ہے۔ اس سے صبر و برداشت کا سبق ملتا ہے۔ پھر اُونٹ کا خاصّہ ہے کہ وہ لمبے سفروں میں کئی کئی دنوں کا پانی جمع رکھتا ہے۔ غافِل نہیں ہے۔ پس مومن کو بھی ہر وقت اپنے سفر کے لئے تیار اور محتاط رہنا چاہئے اور بہترین زادِراہ تقویٰ ہے۔ فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی۔

اُنۡظُرۡ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھنا بچوں کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اس سے اتّباع کا سبق ملتا ہے کہ جس طرح پر اُونٹ میں تمدّنی اور اتحادی حالت کو دکھایا گیا ہے اور ان میں اتّباع امام کی قُوّت ہے۔ اسی طرح پر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتّباع امام کو اپنا شعار بناوے کیونکہ اُونٹ جو اس کے خادم ہیں اُن میں بھی یہ مادہ موجود ہے۔ کَیۡفَ خُلِقَتۡ میں ان فوائدِ جامع کی طرف اشارہ ہے جو ابل کی مجموعی حالت سے پہنچتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 133-134)

فرمایا:

"قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور مُحال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے۔ جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو! انہوں نے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دُنیا پر مقدم کیا۔ تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کئے تھے۔ پُورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نِکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو

صدیوں سے ان کے حصّے میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور اُن ہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ اُن لوگوں کی پیروی کسی رسم ورواج تک میں بھی نہ کرتے تھے جن کو کفّار کہتے تھے۔ جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔ اس میں سِرّ یہ تھا۔

خدا داری چہ غم داری

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا۔ صلاح الدّین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا۔ لیکن آخر اس پر کوئی قابُو نہ پاسکا۔ اس کی نیّت اسلام کی خدمت تھی غرض ایک مدت تک ایسا ہی رہا۔ جب بادشاہوں نے فِسق وفجُور اختیار کیا پھر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹُوٹ پڑا اور رفتہ رفتہ ایسا زوال آیا۔ جس کو اب تم دیکھ رہے ہو اب اس مرض کی جو تشخیص کی جاتی ہے ہم اس کے مخالف ہیں۔ ہمارے نزدیک اس تشخیص پر جو علاج کیا جاوے گا۔ وہ زیادہ خطرناک اور مُضر ثابت ہو گا۔ جب تک مسلمانوں کا رجُوع قرآن شریف کی طرف نہ ہو گا۔ اُن میں وہ ایمان پیدا نہ ہو گا، یہ تندرست نہ ہوں گے۔ عزّت اور عروج اُسی راہ سے آئے گا۔ جس راہ سے پہلے آیا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 157-158)

دنیا ایک ریل گاڑی ہے

فرمایا:

"دنیا ایک ریل گاڑی ہے اور ہم سب کو عُمر کے ٹکٹ دیئے گئے ہیں۔ جہاں جہاں کسی کا اسٹیشن آتا جاتا ہے۔ اس کو اُتار دیا جاتا ہے یعنی وہ مر جاتا ہے۔ پھر انسان کس زندگی پر خیالی پلاؤ پکاتا اور لمبی امیدیں باندھتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 136)

نماز میں خشوع اختیار کریں

آپؑ نے فرمایا:

"انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور نماز میں گِریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح پر نماز میں تضرّع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور گڑ گڑانے والا اپنے آپ کو رُبوبیّت کی عطوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ یاد رکھو! اُس نے ایمان کا حظ نہیں اُٹھایا جس نے نماز میں لذّت نہیں پائی۔ نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں ہے۔ بعض لوگ نماز کو دو چار چونچیں لگا کر جیسے مُرغی ٹھونگیں مارتی ہے۔ ختم کرتے ہیں اور پھر لمبی چوڑی دُعا شروع کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ وقت جو اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے کے لئے ملا تھا۔ اُس کو صرف ایک رسم اور عادت کے طور پر جلد ختم کرنے میں گزار دیتے ہیں اور حضورِ الٰہی سے نِکل کر دُعا مانگتے ہیں۔ نماز میں دُعا مانگو۔ نماز کو دُعا کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھو۔

فاتحہ۔ فتح کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ مومن کو مومن اور کافر کو کافر بنا دیتی ہے۔ یعنی دونوں میں ایک امتیاز پیدا کر دیتی ہے اور دل کو کھولنے، سینہ میں ایک انشراح پیدا کرتی ہے۔ اس لئے سُورۂ فاتحہ کو بہت پڑھنا چاہئے اور اس دُعا پر خوب غور کرنا ضرور ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ وہ ایک سائل کامل اور محتاج مطلق کی صورت بنادے اور جیسے ایک فقیر اور سائل نہایت عاجزی سے کبھی اپنی شکل سے اور کبھی آواز سے دوسرے کو رحم دلاتا ہے۔ اسی طرح سے چاہئے کہ پُوری تضرّع اور ابتہال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض حال کرے۔ پس جب تک نماز میں تضرّع سے کام نہ لے اور دُعا کے لئے نماز کو ذریعہ قرار نہ دے۔ نماز میں لذّت کہاں۔

یہ ضروری بات نہیں ہے کہ دعائیں عربی زبان میں کی جاویں۔ چونکہ اصل غرض نماز کی تضرّع اور ابتہال ہے۔ اس لئے چاہئے کہ اپنی مادری زبان میں ہی کرے۔ انسان کو اپنی مادری زبان سے ایک خاص اُنس ہوتا ہے اور وہ پھر اس پر قادر ہوتا ہے۔ دوسری زبان سے خواہ اس میں کس قدر بھی دخل ہو اور مہارت کامل ہو۔ ایک قسم کی اجنبیت باقی رہتی ہے۔ اس لئے چاہئے کہ اپنی مادری زبان ہی میں دعا مانگے۔

کسی کو کیا معلوم ہے کہ ظُہر کے بعد عصر کے وقت زندہ رہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ یکدفعہ ہی دوران خُون بند ہو کر جان نِکل جاتی ہے۔ بعض دفعہ چنگے بھلے آدمی مَر جاتے ہیں۔ وزیر محمد حسن خاں صاحب ہوا خوری کر کے آئے تھے اور خوشی خوشی زینے پر چڑھنے لگے۔ ایک دو زینے چڑھے ہوں گے کہ چکر آیا بیٹھ گئے۔ نوکر نے کہا کہ مَیں سہارا دوں۔ کہا نہیں۔ پھر دو تین زینے چڑھے پھر چکر آیا اور اسی چکر کے ساتھ جان نِکل گئی۔ ایسا ہی غلام محی الدین کو نسل کشمیر کا ممبر یکدفعہ ہی مر گیا۔ غرض موت کے آجانے کا ہم کو کوئی وقت معلوم نہیں کہ کس وقت آجاوے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ اس سے بے فکر نہ ہوں۔ پس دین کی غمخواری ایک بڑی چیز ہے جو سکرات الموت میں سرخُرو رکھتی ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ۔

ساعت سے مراد قیامت بھی ہو گی۔ ہم کو اس سے اِنکار نہیں۔ مگر اس میں سکرات الموت ہی مراد ہے۔ کیونکہ اِنقطاع تام کا وقت ہوتا ہے۔ انسان اپنے محبُوبات اور مرغُوبات سے یک دفعہ الگ ہوتا ہے اور ایک عجیب قسم کا زلزلہ اُس پر طاری ہوتا ہے۔ گویا اندر ہی اندر وہ ایک شکنجہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کی تمام تر سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے اور دنیا اور اُس کی چیزیں اس کی ایسی محبُوبات نہ ہوں جو اس آخری ساعت میں علیحدگی کے وقت اُس کی تکالیف کا مُوجب ہوں۔ دنیا اور اُس کی چیزوں کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے۔

ایں همه درکشتنت آہنگ
گاہ بصلح کشند و گاہ بجنگ

قرآن کریم نے اس مضمون کو اس آیت میں ادا کر دیا ہے۔ اِنَّمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ۔ اَمۡوَالُکُمۡ میں عورتیں داخل ہیں۔ عورت چونکہ پردہ میں رہتی ہے اس لئے اس کا نام بھی پردہ ہی میں رکھا ہے اور اس لئے بھی کہ عورتوں کو انسان مال خرچ کر کے لاتا ہے۔ مال کا لفظ مائل سے لیا گیا ہے۔ یعنی جس کی طرف طبعًا توجہ اور رغبت کرتا ہے۔ عورت کی طرف بھی چونکہ طبعاً توجہ کرتا ہے۔ اس لئے اس کو مال میں داخل فرمایا ہے۔ مال کا لفظ اس لئے رکھا۔ تا عام محبُوبات پر حاوی نہ ہو۔ ورنہ اگر صرف نِسَاء کا لفظ ہوتا تو اولاد اور عورت دو چیزیں قرار دی جاتیں اور اگر محبُوبات کی تفصیل کی جاتی۔ تو پھر دس جزو میں بھی ختم نہ ہوتا۔ غرض مال سے مراد کُلَّ مَا يَمِيۡلُ اِلَيۡهِ الۡقَلۡبُ ہے۔ اولاد کا ذکر اس لئے کیا کہ انسان اولاد کو جگر کا ٹکڑا اور اپنا وارث سمجھتا ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے محبوبات میں ضِد ہے دونوں باتیں ایک جا جمع نہیں ہو سکتیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 145-147)

نوجوانوں کو صحبت اختیار کرنے کی نصیحت۔ فرمایا:

"مخالفوں کے مقابلہ میں جوش نہیں دکھانا چاہئے۔ خصوصاً جو جوان ہیں۔ ان کو مَیں یہ نصیحت کرتا ہوں۔ ضروری ہے کہ تم جلدی جلدی میرے پاس آؤ۔ معلوم نہیں کہ تم کتنا زمانہ میرے بعد بسر کرو گے۔ پاس رہنے میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ انسان اگر رُو بخدا ہو۔ تو وہ تفسیر مجسّم ہوتا ہے اور پاس رہنے میں انسان بہت سی باتیں دیکھ لیتا ہے اور سیکھ لیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 211)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡